دبستانِ رام پور کے پشتون شعرا، ۱۸۹۰ء تا ۱۹۴۷

محمد طاہر بوستان خان

Abstract:

This period of time was very significant concerning the literary center in the state of Rampoor.The conquests of the Mughals spread the civilization and culture across North India.The Hindu writers also took it as a matter of pride to contribute for urdu poetry along with the muslim poets.However this period of prose was extremely disappointing but with thepasaage of time it brought lourels in this field so much so that Nawab Secondar Jahan Begum formally declared urdu language to be used as the language of court and government machinery .

یہ اردو شاعری کا ایسا دور ہے جس میں طرزِ حکومت بدل چکا تھا۔ شخصی حکومت کا عملی طور پر خاتمہ ہو گیا تھا۔ شعرا کی سرپرستی پہلے کی طرح نہ ہوتی تھی۔ اس عہد میں زیادہ تر ایسے شاعروں کے نام ملتے ہیں جو دربار کے ساتھ وابستہ نہ تھے۔ حکومت کا مزاج بدلا تو ریاست میں سماجی تبدیلیاں بھی آ گئیں۔ پہلے کی طرح ادبی فضا قائم نہ رہی جس میں ہر سخن ور مسابقت کے لیے کوشاں رہتا تھا۔ ماحول کی تبدیلی سے شاعری کے مضامین بھی تبدیل ہوئے اور اس عہد میں ۱۸۵۷ء تا ۱۸۹۰ء کے شعرا کے شاگردوں نے اپنے اساتذہ کی روایت کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کیا۔ اس زمانے کے شعرا میں نظامؔ، داغؔ، امیرؔ، رساؔ، جلالؔ، منیرؔ اور تسلیمؔ کے شاگرد شعری روایت کو آگے بڑھاتے رہے۔ ان شعرا کے مختصر حالاتِ زندگی اور نمونہ ہائے کلام لکھے جاتے ہیں تاکہ ان کی مدد سے دبستانِ رام پور کی شاعری کا جائزہ لیا جا سکے۔

عبدالجبار خاں آصفی:

عبدالجبار خاں ولد مولوی عبدالرزاق خاں ۱۲۶۱ھ / ۱۸۴۵ء میں رام پور میں پیدا ہوئے۔ آصفی اٹھارہ سال کی عمر تک رام پور میں مقیم رہے۔ مختلف مکتبی ملاؤں سے فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ آصفی نے 'کنز الاقاق'

مولانا عبدالقادر خاں سے پڑھی۔ مزید تعلیم کے لیے بھوپال چلے گئے۔ وہاں مختلف درس گاہوں میں حاضر ہوئے۔ کسی عزیز کی تحریک پر حیدر آباد (دکن) پہنچے۔ وہاں اُنھیں آقا سید علی طوبی کے حلقۂ درس میں جگہ مل گئی جو عراق کے ممتاز ادیب تھے۔ آصفی کو اس ماحول میں اپنی استعداد بڑھانے کا موقع ملا۔ شاعری کا آغاز رام پور میں کر چکے تھے اور اُن دِنوں حامی تخلص کرتے تھے۔ بقول امیر مینائی:

> ”حامی عبدالجبار خاں ولد عبدالرزاق خاں، اٹھارہ برس کی عمر ہے۔ ولی محمد خاں بسمل کے شاگرد ہیں۔“ (۱)

امیر مینائی نے اس دور کے دو اشعار بھی بطور نمونہ دیے ہیں:

سروشکلِ شیشہ و گل صورتِ ساغر گرفت   میکشی اے ہم نشیناں در چمن خواہیم کرد
کی کشاید خاطر من از تماشائے بہشت   بہر آسائش بکوئے او وطن خواہیم کرد

امتیاز علی عرشی اپنی تصنیف ”قاآنی ہند آصفی رام پوری، شخصیت اور شاعری“ میں فارسی کے نامور شعرا کے قصائد کے ساتھ آصفی کے قصائد کا تقابل کر کے اُنھیں قاآنی، عرفی اور فیضی کا مقلد قرار دیتے ہیں۔ ”قاآنی کی سلاست و روانی، عرفی کی نازک خیالی اور فیضی کے زورِ قلم اور شکوہِ الفاظ کو انھوں نے اپنے ہاں سمو دیا ہے۔“ (۲)۔ دکن میں آصفی نے قصیدہ گوئی کی طرف توجہ دی۔ ایک بدمعاش کے ساتھ جھگڑا ہوا۔ لڑائی کے دوران میں وہ آصفی کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ اُنھیں عمر قید کی سزا ہوئی۔ مگر حسنِ اتفاق سے اُن کی تحریر نظامِ دکن تک پہنچی اُنھوں نے آصفی کی سزا معاف کی اور اُنھیں فوج کے بریگیڈ آفس میں میر منشی مقرر کیا۔ حیدر آباد دکن میں بقیہ عمر گزار کر آصفی ۶ جون ۱۹۲۶ء کو انتقال کر گئے۔

حکیم عبدالہادی خاں وفاؔ رام پوری:

عبدالہادی خاں ولد یعقوب خاں رسالدار ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۵ء میں رام پور میں پیدا ہوئے۔ مولانا سلامت اللہ، مولوی عبدالعلی خاں ریاضی دان، مولوی عبدالحق خیر آبادی جیسے جید علما سے عربی، فارسی اور مروجہ علوم کی تحصیل کی۔ طب کی تعلیم اپنے ماموں حکیم محمد حسین خاں سے حاصل کی۔ اردو شاعری میں ”دو ایک غزلیں ابتدا میں مرزا داغؔ کو دکھائی تھیں اور اس کے بعد کچھ کلام امیرؔ مینائی مرحوم کی نظر سے گزارا تھا۔ مگر حق یہ ہے کہ مرحوم خود اپنی طبیعت خداداد کے شاگرد تھے۔“ (۳)۔ عبدالہادی گھر پر طلبہ کو پڑھاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دستِ شفا عطا کیا تھا، علی گڑھ کے ضلع میں خوب زور شور سے مطب کرتے تھے۔ نہایت دیندار انسان تھے۔ حسرتؔ موہانی کے دوست تھے۔ اُنھوں نے وفاؔ کی صاف گوئی اور بے ریا طبیعت کے باب میں کچھ واقعات لکھے ہیں۔ وفاؔ نااہل شخص کو اپنا کلام نہیں سناتے تھے۔ مشاعروں میں بہت کم جاتے تھے۔ کوئی مریض نسخہ گم کر دیتا تو برہم ہو جاتے تھے۔ علی گڑھ میں بیمار ہوئے۔ وطن واپس آ کر چودہ ماہ علالت میں گزارے ۲۶ ستمبر ۱۹۱۶ء کو انتقال فرمایا۔ اپنے گھر کے قریب اخون خیلوں کے محلّہ میں آبائی قبرستان میں دفن کیے گئے۔ وفاؔ کے اردو، فارسی کلام کا ایک ضخیم کلیات حسرتؔ موہانی

نے ان کے صاحبزادے میاں عبداللہ خاں کے پاس دیکھا۔اس میں سے حسرتؔ موہانی کے منتخب کردہ اشعار بطور نمونہ دیے جاتے ہیں:

نکلو پردے سے تمھیں پردۂ پنہاں کی قسم　　ہم نہ دیکھیں گے ہمیں دیدۂ حیراں کی قسم
اک ذرا چھیڑ کے خوں نابہ فشانی دیکھو　　تم کو نشتر کی قسم تم کو رگِ جاں کی قسم

کرامت اللہ خاں گستاخؔ رام پوری:

کرامت اللہ خاں ولد عبداللہ خاں ۱۸۶۶ء میں رام پور میں پیدا ہوئے۔ان کے والد جنرل اعظم الدین خاں کے قتل کی سازش میں عتاب کا شکار ہوئے مگر کرامت اللہ خاں حکام کی دار و گیر سے بچے رہے۔بدگمانی دور ہونے کے بعد والیِ رام پور کے منظورِ نظر ہوئے۔اردو فارسی کی ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد رام پور کی ریاست میں ملازم ہوئے۔بعد میں انگریز حکومت کے محکمہ جیل میں داروغہ ہو گئے۔آپ کے متعلق حسرتؔ موہانی لکھتے ہیں:

> ''راقم حروف کو پہلے پہل جب آپ سے۱۹۰۲ء میں نیاز حاصل ہوا تو آپ علی گڑھ جیل کے داروغہ تھے۔'' (۴)

شاعری میں امیرؔ احمد مینائی کے شاگرد تھے اور ریاضؔ خیر آبادی کے دوست تھے۔حسرتؔ موہانی قیدِ فرنگ کے زمانے میں کرامت اللہ خاں گستاخؔ رام پوری کے اخلاق و عادات سے واقف ہوئے۔رندانہ مزاج کے باوجود مہذب اور شائستہ تھے۔حسرتؔ موہانی کو اُن کے بیٹے سے چند غزلیں اور قصائد ملے باقی کلام اُن کی بے نیازی کے سبب محفوظ نہ رہ سکا۔۵۰ سال کی عمر میں ۱۹۱۴ء میں دہلی میں انتقال ہوا۔نمونہ کلام ملاحظہ ہو:

صد سالہ دورِ چرخ تھا ساغر کا ایک دور　　نکلے جو میکدے سے تو دنیا بدل گئی
ساقی ادھر اٹھا تھا ادھر ہاتھ اٹھ گئے　　بوتل سے کاگ اڑا تھا کہ رندوں میں چل گئی

نواب حامد علی خاں رشکؔ:

نواب حامد علی خاں ولد نواب مشتاق علی خاں ۳۱۔اگست ۱۸۷۵ء کو رام پور میں پیدا ہوئے۔والد کی وفات کے بعد ۲۷ فروری ۱۸۸۹ء کو مسند نشین ہوئے۔انگریز گورنمنٹ نے ریاست کا نظم و نسق کونسل آف ریجنسی Council of Regency کے سپرد کر کے اُنھیں تعلیم و تربیت کے لیے نینی تال بھجوا دیا۔واپس آ کر ۴۔اپریل ۱۸۹۴ء کو کونسل کے صدر بنے اور اس کے بعد میکڈانل صاحب بہادر (Macdonal) لفٹیننٹ گورنر ممالکِ متحدہ نے یکم۔جون ۱۸۹۴ء کو اختیاراتِ کاملہ گورنمنٹ کی جانب سے نواب صاحب بہادر کو عطا کر دیے۔نواب حامد علی خاں کو عمارات بنوانے کا بے حد شوق تھا۔اُن کی بنوائی ہوئی شاندار عمارات دیکھ کر لوگ اُنھیں شاہجہاں ثانی کہتے تھے۔موسیقی سے گہری دلچسپی تھی۔موسیقاروں کی سرپرستی کرتے تھے۔ابتدا میں شاعری کا شوق رہا۔رشکؔ تخلص اختیار کیا۔"امیرؔ مینائی کے بڑے فرزند، محمد احمد صریرؔ مینائی سے اصلاح لی۔۱۹۰۵ء میں کل ہند مشاعرے بھی منعقد

کرائے لیکن بعد میں شاعری کا شوق ختم ہو گیا اور حرم سرا کی رنگینیوں میں دل چسپی لینے لگے۔" (۵)۔ نواب حامد علی خاں نے ۴۱ برس حکومت کر کے ۲۰ جون ۱۹۳۰ء کو وفات پائی۔ نجفِ اشرف لے جا کر اُن کی میت دفن کی گئی۔ ان کے کلام سے یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

کہنے کو تو میں حالِ دلِ زار کہوں گا — پر کہنے سے کیا فائدہ بے کار کہوں گا
تمھارا کشتۂ ابرو کوئی میرے سوا کیوں ہو — یہ رونا ہے کہ دشمن بسملِ تیغِ ادا کیوں ہو

صاحبزادہ شبیر علی خاں شبیؔر:

صاحبزادہ شبیر علی خاں، نواب کلب علی خاں نوابؔ کے چھوٹے بیٹے تھے۔ شاعری کا ذوق موروثی تھا۔ داغؔ دہلوی سے اصلاح لیتے تھے۔ ۱۸۸۰ء سے ۱۹۱۲ء تک دہلی میں قیام رہا۔ اس دوران میں بیخوؔد دہلوی کو کلام دکھاتے رہے۔ رام پور واپس گئے تو اپنے مکان پر محافلِ مشاعرہ منعقد کراتے رہے۔ خاندانی وظیفے پر گزر اوقات کرتے تھے۔ نواب حامد علی خاں سے خفا ہو کر بریلی چلے گئے تھے۔ "رضا لائبریری رامپور میں دیوانِ شبیؔر مخطوطہ جلد ۱ اور جلد ۲ نیز ایک انتخاب محفوظ ہیں۔" (۶) صاحبزادہ شبیر علی خاں شبیؔر نے ۱۹۳۱ء میں وفات پائی۔ نمونہء کلام ملاحظہ ہو:

تم یہ کہتے ہو کہ ہم جا کے پشیمان ہوئے — ہم یہ کہتے ہیں کہ گھر غیر کے جانا ہی نہ تھا
کیوں ستم بھولے ہوئے یاد دلائے اس کو — ایسے سوتے ہوئے فتنے کو جگانا ہی نہ تھا

صاحبزادہ مصطفٰے علی خاں شرؔر:

صاحبزادہ مصطفٰے علی خاں شرؔر، صاحبزادہ محمود علی خاں کے بیٹے اور نواب یوسف علی خاں ناظمؔ کے پوتے تھے۔ پہلے تسلیؔم لکھنوی اور بعد میں مضطرؔ خیر آبادی کے شاگرد ہوئے۔ نواب حامد علی خاں کے سیکرٹری کے طور پر خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۹۰۵ء میں اُنھوں نے مشاعرے کا اہتمام کیا اور سرکاری مشاعرے وقتاً فوقتاً کراتے رہے۔ "ان مشاعروں کے گلدستے مطبوعہ رضا لائبریری رام پور میں موجود ہیں۔" (۷)۔ شرؔر کا نمونۂ کلام درج ذیل ہے:

زانو پہ عدو کا سر، قدموں پہ مرا سر ہے — وہ اس کا مقدر ہے، یہ میرا مقدر ہے
ہم نے درِ جاناں پہ ٹکرا کے یہ حالت کی — اب کوئی نہیں کہتا یہ سر ہے کہ پتھر ہے
تم بھول گئے وعدے، میں بھول گیا شکوے — یہ عشق کا شیوہ ہے، وہ حسن کا جوہر ہے

غلام حضرت خاں حاذق رام پوری:

غلام حضرت خاں حاذقؔ کے بارے میں حسرتؔ موہانی رقم طراز ہیں:

> "تین پشت سے رام پور مسکن ہے۔ چار سال چار ماہ کی عمر میں آپ نے اپنے والد سے پڑھنا شروع کیا اور دو ہی تین سال میں کلام مجید ختم کر لیا۔ ۱۲ سال کی عمر تک فارسی، عربی کی ابتدائی کتابیں ختم کر لیں ......ضروریاتِ خانگی کی بنا پر آپ کو کسبِ معاش کی جانب مجبوراً وقت سے قبل متوجہ ہونا پڑا چنانچہ آپ عدالتِ رام پور میں خدمتِ عرائض نویسی پر مامور ہو گئے۔" (۸)

مالوہ کا سفر بھی کیا مگر وہاں معقول ملازمت نہ ملی۔اس کے بعد الموڑہ گئے وہاں اُنھیں رامزے کالج میں عربی و فارسی کا پروفیسر مقرر کیا گیا۔حسرتؔ موہانی کے مطابق 'دبدبۂ سکندری' کی ایک تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ حاذقؔ تسلیم لکھنوی کے شاگرد رہے ہیں۔نمونہء کلام ملاحظہ ہو:

حالت دلِ مضطر کی سنبھل جائے تو جانیں　　خاصیت سیماب بدل جائے تو جانیں
بدلا ہے اگر رنگ زمانے کا تو کیا ہے　　رنگ ان کی طبیعت کا بدل جائے تو جانیں

حیات بخش رسا:

حیات بخش ولد عبدالرزاق ضلع بلند شہر کے قصبہ وسنہ میں پیدا ہوئے۔نواب حامد علی خاں کی دعوت پر رام پور آ گئے اور وکالت کا پیشہ اپنایا۔شعر گوئی میں مرزا داغؔ کے شاگرد ہوئے۔شبیر علی خاں شکیبؔ اُنھیں جگر مراد آبادی کا استاد بتاتے ہیں۔''جگر مراد آبادی نے تسلیم لکھنوی کے علاوہ رساؔ سے بھی اصلاح لی ہے۔'' (۹) شکیبؔ کا منتخب کیا ہوا کلام بطورِ نمونہ دیا جاتا ہے:

تم نے پھر روزنِ دیوار سے جھانکا دیکھو　　چھیڑ اچھی نہیں ہوتی کسی رہ گیر کے ساتھ
ان کی خدمت میں رساؔ بھی ہوگا　　کبھی یوں حکمِ خدا بھی ہوگا

مولانا محمد علی جوہر:

محمد علی جوہرؔ ولد عبدالعلی خاں ۱۸۷۸ء میں ریاست رام پور میں پیدا ہوئے۔آپ کے دادا علی بخش نواب یوسف علی خاں کے زمانہء ولی عہدی میں (۱۸۴۰ء) نجیب آباد سے رام پور آئے اور کارخانہ جات کے میر خانساماں مقرر کیے گئے۔خان ان کا خاندانی خطاب تھا۔محمد علی جوہرؔ بچپن میں ہی شعر کہنے لگے تھے۔مولانا کے بڑے بھائی ذوالفقار علی خاں گوہرؔ داغؔ کے شاگرد تھے۔ابتدائی تعلیم بریلی سکول سے حاصل کی۔اس کے بعد ایم اے او کالج علی گڑھ میں داخل ہوئے۔یہاں سے فارغ ہو کر الہ آباد یونیورسٹی گئے اور بی اے آنرز کی ڈگری حاصل کی اور صوبہ بھر میں اوّل آئے۔۱۸۹۴ء۔۱۹۰۰ء لنکن کالج آکسفورڈ میں داخل ہوئے اور ماڈرن ہسٹری میں بی اے آنرز کی ڈگری حاصل کی لیکن انڈین سول سروس کے مقابلہ میں ناکام رہے۔۱۹۰۰ء میں وطن واپس آ کر ریاست رام پور کے اسٹیٹ ہائی سکول کے پرنسپل اور ڈائریکٹر تعلیمات ہوئے۔۱۹۰۶ء میں ملازمت سے استعفیٰ دے کر سیاست اور صحافت کے میدانوں میں سرگرمِ عمل ہو گئے۔۱۹۰۶ء میں مسلم لیگ کے پہلے اجلاس میں شریک ہوئے۔۱۹۱۱ء میں کلکتہ سے انگریزی اخبار کامریڈ اور ۱۹۱۳ء میں دہلی سے روزنامہ 'ہمدرد' جاری کیا۔انگریز حکومت کی پالیسیوں کے خلاف آواز بلند کی۔قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔۵۔جنوری ۱۹۳۱ء کو راؤنڈ ٹیبل کانفرنس (Round table conference) کے اجلاس میں اُن کا انتقال ہو گیا اور اُن کی وصیت کے مطابق جسدِ خاکی بیت المقدس میں دفن کیا گیا۔مولانا محمد علی جوہر کی شاعری میں عاشقانہ مضامین کے ساتھ ساتھ اُن کے سیاسی نظریات کی جھلک بھی ملتی ہے۔اُن کا نمونہء کلام دیوانِ جوہر سے منتخب کر کے پیش کیا جاتا ہے:

ہم معتنیِ ہوس نہیں اے دل ہوائے دوست
راضی ہو بس اسی میں ہو جس میں رضائے دوست
طغرائے امتیاز ہے خود ابتلائے دوست
اس کے بڑے نصیب جسے آزمائے دوست
یاں تو ہے نام عشق کا لینا
اپنے پیچھے بلا لگا لینا
نامۂ شوق اُن کو شوق سے لکھ
غیر کو بھی مگر دکھا لینا

طاہر مجددی:

محمد ابو طاہر ولد حضرت شاہ معصوم، حضرت مجدد الف ثانی کی اولاد میں تھے۔ ۱۸۷۸ء میں رام پور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا حضرت شاہ محمد عمر صاحبؒ، نواب کلبِ علی خاں کے پیر تھے۔ ''حضرت شاہ محمد عمرؒ صاحب کے صاحبزادے حضرت شاہ معصوم صاحبؒ کو نواب خلد آشیاں نے پیرزادہ کی حیثیت سے انتہائی احترام و تکریم کے ساتھ رام پور بلایا۔'' (۱۰) محمد ابو طاہر اپنے تین بھائیوں سے بڑے تھے۔ خاندانی طریقے سے شریعت و طریقت کی تعلیم پائی۔ شاعری کی طرف رجحان ہوا تو جلیل مانک پوری کے شاگرد ہو گئے۔ شکیبؔ لکھتے ہیں:

> ''طاہر مجددی نے اپنے حالات لکھ کر راقم کو دیے تھے اس وقت ان کی عمر ساٹھ برس تھی۔ اس میں لکھا ہے جلیل مانک پوری کے وہ ۱۷ برس کی عمر میں شاگرد ہوئے ...... اور ۱۹۴۴ء تک اصلاح لیتے رہے۔'' (۱۱)

شاعری کے ساتھ دل چسپی کے باعث وہ خانقاہ کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ اُن کے چھوٹے بھائی شاہ ابو سعید اپنے والد کے جانشین ہوئے۔ سرکار نظام اور ریاست رام پور سے اِس خاندان کے وظائف مقرر تھے۔ طاہرؔ مجددی کا اس میں گزارا نہ ہوتا تھا۔ اس لیے انھوں نے رام پور میں کھلنے والے لڑکیوں کے پہلے اسکول ''خورشید فردوس اسکول'' میں ہیڈ کلرک کی ملازمت کر لی۔ کرنل جعفر علی خاں کے ذاتی کتب خانے کے لائبریرین بھی رہے۔ ۱۵ اکتوبر ۱۹۵۷ء کو وفات پائی۔ نمونۂ کلام:

جنوں میں بھی ہے رسوائیوں کا ان کی خیال — جنون ہے تو مگر اس قدر نہیں ہے مجھے
خبر نہ تھی مجھے اس کی کہ تم مسیحا ہو — بس اب شکایتِ دردِ جگر نہیں ہے مجھے

امتیاز احمد خاں راز:

امتیاز احمد خاں عرف پیارے خاں ولد شفاعت خاں ۱۸۸۵ء میں رام پور میں پیدا ہوئے۔ شروع میں میر احمد علی رساؔ سے تلمذ تھا۔ بعد میں امیرؔ مینائی کے شاگرد ہو گئے۔ امیر اللغات کی تیاری میں اُن کی مدد بھی کرتے

رہے۔رازؔ کا نمونہء کلام درج ذیل ہے:

چاہنے والے کی ہر ایک تمنا ہے بھلی — آپ پورا جسے کر دیں وہ سوال اچھا ہے
لاکھ جانیں مری قربان ہوں اس رونے پر — آپ آنسو نہ بہائیں مرا حال اچھا ہے

مولوی قدرت علی خاں قدرتؔ:

مختصر تعارف شبیر علی خاں شکیبؔ نے لکھا ہے:

> ”مولوی قدرت علی خاں ...... تسلیم لکھنوی کے شاگرد تھے۔آپ نے نظامؔ رام پوری کے منتشر کلام کو یکجا کر کے دیوان کی شکل میں شائع کیا اس کے علاوہ آپ نے انتخاب یادگار مؤلفہ امیرؔ مینائی کے بعد کے شعراے رام پور کا ایک تذکرہ لکھنا شروع کیا جو نامکمل رہا۔“ (۱۲)

قدرتؔ کا تذکرہ دو حصوں میں ہے اس کا ایک حصہ اُن کے شاگرد عتیق الرحمن خاں کلیم نے مکمل کیا تھا۔ دونوں حصے تذکرۂ کلیم کے نام سے معروف ہیں۔شکیبؔ نے لکھا ہے کہ یہ دونوں حصے انھوں نے کلیم کے ورثاء سے خرید کر رضا لائبریری میں محفوظ کر دیے ہیں۔مولوی قدرت علی خاں قدرت ۴۔دسمبر ۱۹۳۶ء کو فوت ہوئے۔اُن کا نمونۂ کلام درج ذیل ہے:

قدرتِؔ زار کو ہر وقت جو تم کوستے تھے — مر گیا آج وہ محرومِ تمنا دیکھا
صبر کو طاق پہ مدت سے اٹھا رکھا ہے — دلِ بے تاب کو سیماب بنا رکھا ہے

صاحبزادہ واجد علی خاں اشکؔ:

صاحبزادہ واجد علی خاں عرف اچھن صاحب خلف صاحبزادہ محمد علی خاں ۱۸۹۱ء میں رام پور میں پیدا ہوئے۔ آپ نواب یوسف علی خاں ناظمؔ کے نواسے اور اُن کے چھوٹے بھائی صاحبزادہ کاظم علی خاں کے پوتے تھے۔ اسٹیٹ ہائی سکول رام پور میں مولانا محمد علی جوہرؔ کے شاگرد تھے۔اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان گئے۔آٹھ سال بعد واپس رام پور آئے۔ یہاں آ کر نواب رضا علی خاں کے پرائیویٹ سیکریٹری کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے لیکن نواب مذکور نے ایک جگہ شادی کرنے پر مجبور کیا تو استعفیٰ دے کر حیدر آباد دکن چلے گئے اور ایک جرمن بیمہ کمپنی میں ملازمت کر لی۔ کچھ عرصہ بعد ریاست واپس آ کر سیکریٹری انڈسٹریز ہو گئے۔شاعری کا ذوق زمانہء طالب علمی سے تھا۔رام پور میں اپنی رہائش پر بزمِ سخن کا اہتمام کرتے تھے۔شکیبؔ کے بقول:

> ”وہ خود عمدہ شاعر تھے اور شہر کے ممتاز استاد رشید رامپوری، راز یزدانی، مختصر عنایتی، جلیل نعمانی، جمیل نعمانی، واحد القادری، بشیر درانی اور راقم اس محفل میں شریک ہوتے۔“ (۱۳)

آپ نے مجرد زندگی گزاری۔سجادہ نشین گولڑہ شریف کے مرید ہوئے اور آخری عمر پاکستان میں بسر کی۔ ۲۸۔اگست ۱۹۵۸ء کو اس دارِ فانی سے رخصت ہوئے۔محمود رام پوری کے شاگرد تھے۔ پہلے واجدؔ پھر اشکؔ تخلص کرتے رہے۔نمونہء کلام درج ذیل ہے:

جسے دید تیری نصیب ہے وہ نصیب قابلِ دید ہے
ہے شبِ برات جو رات اسے تو دِن اس کے واسطے عید ہے
کوئی فرق حسن میں کیا کرے ترے اور یوسفِ مصر کے
مگر اتنی بات ضرور ہے کہ یہ دید ہے وہ شنید ہے
دمِ نزع جاتا ہے جس طرف تجھے دیکھتا ہے مریضِ غم
ترے ساتھ پھرتی ہیں پتلیاں یہ وفورِ حسرتِ دید ہے

مندرجہ بالا غزل کے بارے میں شکیبؔ لکھتے ہیں:

''محمود رام پوری کے بھتیجے اور شاگرد ابراہیم علی خاں مہر نے جب اشکؔ کے پاکستان جانے کے بعد جذباتِ محمودؔ کے نام سے استاد کا دیوان چھاپا تو اس غزل اور دوسرے مرحوم شاگردوں کے بہترین اشعار دیوان میں یہ لکھ کر شامل کر دیے کہ یہ محمود کے ہیں۔'' (۱۴)

واجد علی خاں اشکؔ درویش منش تھے۔ انھوں نے اپنا کلام جمع نہیں کیا اُن کی شاعری کسی دوست کے پاس محفوظ تھی جو قارئین تک پہنچی۔ ان کا کلام سرقہ بھی ہوا جیسا کہ ابراہیم علی خاں مہرؔ کی جسارت سے ظاہر ہوتا ہے۔

محمد علی خاں اثرؔ:

محمد علی خاں ولد محمد شفیع خاں مجذوب ۱۸۹۲ء میں رام پور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی اور پھر مدرسہ عالیہ میں داخل ہو گئے۔ مولوی عبدالرزاق خاں اور مولوی شاہ سلامت اللہ کے شاگرد تھے۔ ''۱۵ سال کی عمر میں شاعری کی اور محمد علی خاں سے اثرؔ بن گئے۔ ۱۹۰۴ء تک منشی عالم اور منشی فاضل کے امتحانات پاس کر لیے۔ اِن امتحانات کے لیے شاداں بلگرامی سے پڑھا۔ اسی اثنا میں حافظ عظیم اللہ خاں سے خوش خطی اور حافظ جعفر علی خاں سے خطِ نسخ کی لکھائی سیکھی۔'' (۱۵) شاعری میں پہلے جلیل مانک پوری اور پھر اُن کی وفات کے بعد آرزو لکھنوی کے شاگرد ہوئے۔ ۱۹۱۰ء میں خیر پور (سندھ) سے ملازمت کا آغاز کیا۔ بعد میں رام پور چلے گئے اور وہاں ۱۹۴۹ء میں پیشکار کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے۔ ۱۹۵۸ء میں دماغی عارضے میں مبتلا ہو گئے۔ جنوری ۱۹۶۳ء میں اُن کا انتقال ہو گیا۔ تذکرہ کاملانِ رام پور میں ۴۰ جنوری اور رام پور کا دبستانِ شاعری میں ۳۔ جنوری تاریخ وفات لکھی گئی ہے شکیب لکھتے ہیں:

''شاعری کے ساتھ تحقیق کا بھی شوق تھا۔ بڑی کاوش سے آپ نے راقم کے اصرار پر انتخاب یادگار کے بعد شعرا کا ایک تذکرہ تالیف فرمایا لیکن طباعت کی نوبت نہ آئی اور ۳۔ جنوری ۱۹۶۳ء کو انتقال ہو گیا۔''(۱۶)

تذکرہ جس کا نام محمد علی خاں اثرؔ نے ''خمکدۂ شعر و سخن'' رکھا تھا، تلف ہو گیا۔ کی۔ محمد علی خاں اثرؔ کا نمونۂ کلام:

ہائے دل یادِ خدا بھول گیا — قبلے کو قبلہ نما بھول گیا
بن کے سائل بھی نہ نکلا کچھ کام — در پہ پہنچا تو صدا بھول گیا

رشید رام پوری:

رشید احمد خاں ولد حیدر علی خاں ۱۸۹۲ء میں رام پور میں پیدا ہوئے۔ مقامی مکتب میں تعلیم حاصل کی۔ حکیم علی حسن قاضی سے فارسی پڑھی اور اپنے ایک ہم سبق ماسٹر محمد ابراہیم سے انگریزی پڑھی۔ شاعری کا شوق ہوا تو اپنے چچا محمود رام پوری کے شاگرد ہو گئے اور اس قدر مشق بہم پہنچائی کہ رام پور میں استاد رشیدؔ کے نام سے معروف ہوئے۔ استاد رشیدؔ نے اپنے خسر باقی علی خاں کی وساطت سے کانپور کی میونسپلٹی میں ملازمت حاصل کی۔ ۱۲ سال ملازمت کر کے استعفےٰ دے دیا۔ باقی علی خاں سپرینٹنڈنٹ حلقہ کی حیثیت سے ملازمت کر لی۔ رشیدؔ استاد کی شاعری رامپور پر چھاتی چلی گئی اور ان کے شاگردوں کا حلقہ وسیع ہوتا چلا گیا۔ جوان بیٹے کی موت کے بعد رشید رام پوری نے ملازمت ترک کر دی اور شاگردوں کے کلام کی اصلاح کر کے عرصہ زندگی بسر کرتے رہے: "شاعری کے علاوہ جوانی میں کئی اردو ناول لکھے۔ رسالہ قانون الطب، نقشِ گل، رباب کے تار اور مثنوی خار و گل ان کی دوسری تصانیف ہیں۔ ۱۸ اپریل ۱۹۶۴ء میں وفات پائی" (۱۷) نمونۂ کلام ملاحظہ ہو:

ہو کے برباد عشقِ یار میں ہم ہیں سبک چشمِ اعتبار میں ہم

آئنہ دیکھ کے یہ دیکھ سنورنے والے تجھ پہ بے جا تو نہیں مرتے یہ مرنے والے

عندلیب شادانی:

ڈاکٹر وجاہت حسین عندلیبؔ ولد اشتیاق حسین ۱۸۹۷ء میں رام پور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد سنبھل ضلع مراد میں چمڑے کے تاجر تھے۔ اُن کی شادی رام پور کے پٹھان خاندان میں ہوئی اور وہ خانہ داماد کی حیثیت سے رام پور میں آباد ہو گئے۔ عندلیبؔ کی ابتدائی تعلیم مدرسہ عالیہ میں ہوئی۔ یہاں وہ سید اولاد حسین شاداں بلگرامی کے شاگرد تھے۔ اسی مناسبت سے شادانی کہلائے۔ "...... وہاں کا ادبی ماحول بڑا سازگار تھا، جس نے عندلیبؔ شادانی کے شعری ذوق کو ابھارنے اور نکھارنے میں اہم کردار ادا کیا۔ شاعری میں انھوں نے کسی استاد سے اصلاح نہیں لی ...... وہ اپنے استاد سید اولاد حسین شاداں بلگرامی سے حد درجہ متاثر تھے۔ اسی عقیدت مندانہ وابستگی کی بنا پر انھوں نے اپنے نام کے ساتھ شادانی کا لفظ منسلک کیا۔" (۱۸) اسی مدرسے میں انھوں نے مولوی عالم اور منشی عالم کے امتحانات پنجاب یونیورسٹی سے پاس کیے اور پھر لاہور آ کر بی۔ اے تک کی تعلیم پرائیویٹ طور پر مکمل کی۔ ایچیسن کالج میں بطور معلم تقرر تھا جب اُن کا تعارف دوجانہ ضلع روہتک کے نواب سے ہوا۔ نواب مذکور انھیں اپنے بچوں کی تعلیم کے لیے دوجانہ لے گئے مگر دو سال بعد ۱۹۲۶ء میں عندلیبؔ دہلی چلے گئے اور وہاں ہندو کالج میں اردو فارسی کے لیکچرر ہو گئے۔ "۱۹۲۸ء میں شادانی صاحب ڈھاکہ یونیورسٹی میں فارسی اردو کے استاد مقرر ہو گئے، یہیں سے وہ ۱۹۳۱ء میں لندن گئے جہاں انھوں نے ہندوستان کے مسلم مؤرخ، کے موضوع پر مقالہ لکھ کر پی ایچ۔ ڈی کی سند لی ...... وہ مئی ۱۹۲۹ء تک شعبہ فارسی و عربی سے متعلق رہے۔ مئی میں وہ ملازمت سے سبکدوش ہوئے" (۱۹) عندلیبؔ شادانی رام پور واپس آنے کا ارادہ رکھتے تھے مگر زندگی نے مہلت نہ دی اور ۲۹۔ جولائی ۱۹۶۹ء کو دل کا دورہ

پڑا اور وہ راہیِ ملکِ عدم ہو گئے۔

عندلیبؔ شاوانی کا کلام نشاطِ رفتہ کے نام سے شائع ہوا۔ تحقیقی مضامین مختلف رسائل میں چھپے۔ پریم پجاری کے فرضی نام سے افسانے بھی لکھتے رہے۔ لاہور میں قیام کے دوران میں چند نصابی کتابوں کے ترجمے بھی کیے جن میں چہار مقالہ، نظامی سمرقندی کا مقالہء اوّل، رباعیات بابا طاہر عریاںؔ، قصاید قاآنی وغیرہ شامل ہیں۔ شبیر علی خاں شکیبؔ لکھتے ہیں:

> ''راقم ۱۹۴۹ء میں جب ڈھاکہ گیا تو ان سے کافی ملاقاتیں رہیں ...... کلام میں شیرینی و نمکینی، ندرت وجدت، خلوص و شدتِ جذبہ بھی کچھ موجود تھا۔ اس پر پڑھنے کا انداز سامعین کو مسحور کر لیتا۔''(۴۰)

عندلیبؔ شاوانی کا نمونہء کلام درج ذیل ہے:

اک دل نشیں نگاہ میں اللہ یہ خلش — نشتر کی نوک جیسے کلیجے میں ٹوٹ جاے
ناداں سہی پر اتنے بھی ناداں نہیں ہیں ہم — خود ہم نے جان بوجھ کے کتنے فریب کھاے

محمد حسن خاں صائب:

محمد حسن خاں ولد منشی الیاس حسن خاں رام پور میں اندازاً ۱۸۹۹ء میں پیدا ہوئے۔ مدرسہ عالیہ میں منشی فاضل تک تعلیم پائی۔ والد کی وفات کے سبب معاشی مسائل میں مبتلا ہو گئے اور امتحان نہ دے سکے۔ جودھ پور جا کر قسمت آزمائی کی مگر کوئی ملازمت نہ مل سکی۔ رام پور آ کر صفدر گنج کے دروازے میں گھڑی سازی کی دکان کھول لی۔ نواب جعفر علی خاں برادر نواب رضا علی خاں کی صحبت میں بیٹھتے تھے اُن کی اپنی دکان پر بھی شعرا کا مجمع رہتا تھا۔ ۷۵ سال کی عمر پا کر ۱۳۔ اپریل ۱۹۷۴ء کو بعارضہء قلب انتقال کیا۔ صائب کے کلام سے منتخب کر کے شکیبؔ نے یہ غزل بطور نمونہ کلام لکھی ہے:

قصہء خوابِ جوانی آنکھ لگ جانے کی بات — یاد ہے آغازِ الفت جیسے افسانے کی بات
باریابی کا شرف اس بارگاہِ ناز میں — طالعِ خفتہ مرا بیدار ہو جانے کی بات

منے میاں صابرؔ:

صاحبِ تذکرہ کاملانِ رام پور کو اپنے حالات خود منے میاں صابرؔ نے بھجوائے۔ وہ یوں رقم طراز ہیں:۔

> ''رام پور میرا وطن، پیدائش ۱۹۰۲ء سِن شعور کو پہنچنے پر والد پیارے میاں صاحب مرحوم نے اردو فارسی کی تعلیم دی اور فنِ خوش خطی بھی سکھایا۔ ۱۹۲۰ء میں شاعری کا چسکا لگا۔ محمود علی شفقؔ رام پوری سے دس برس تک اس فن کو حاصل کیا ...... شفقؔ صاحب کے علاوہ میں نے ابو طاہر مجددی اور نشترؔ سکندر آبادی سے بھی اصلاح لی ہے۔''(۴۱)

منے میاں صابرؔ فکرِ معاش سے آزاد تھے۔ زیادہ وقت دوستوں کی محفل میں گزارتے تھے۔ آپ نے

۱۹۶۸ میں انتقال کیا۔نمونہء کلام درج ذیل ہے:

دنیا نے جو کہا وہ سُنا اور رو لیے
روئے پھر اُن کا نام لیا اور رو لیے
یہ بھی ہوا ہے چاندنی راتوں میں بارہا
اُن کا خیال باندھ لیا اور رو لیے

شادعارفی:

احمد علی خاں ولد عارف اللہ خاں ریاست لوہارو میں پیدا ہوئے۔اُن کے اپنے بقول ''والدہ صاحبہ کا خیال تھا کہ میں ۱۹۰۳ء میں پیدا ہوا تھا۔۱۹۰۹ء میں ان کا خاندان رام پور چلا آیا۔شاد عارفؔی نے ساتویں جماعت میں شاعری کا آغاز کیا۔امیؔر مینائی کا خاندان اُن کے پڑوس میں تھا۔امیؔر مینائی کے بیٹے اسمٰعیل سے دوستی تھی۔شاعری کا شوق زیادہ ہوا تو مولانا محمود علی شفؔق رام پوری کے شاگرد ہو گئے۔شاؔد عارفی نحیف الجثہ تھے اور زود رنج تھے اور شکیؔب کی رائے میں خرابیِ صحت کی بنا پر اُن کی طبیعت میں چڑ چڑا پن تھا۔شاعری میں زیادہ تر سیاست پر چوٹ کرتے ہیں۔اس طرح کی شاعری کے سبب اُنھوں نے مصائب بھی برداشت کیے۔صاحب تذکرہ کاملان رام پور کو اپنے حالات یوں لکھتے ہیں:

> ''میں نے ہمیشہ قوم ووطن کی خامیوں پر طنز کیے ہیں اس لیے سب سے پہلے تو ریاست رام پور کے نوابوں سے ٹکراؤ رہا۔جس کی بنا پر مجھے بہت مصیبتوں کا سامنا رہا مگر میں نے ہمت نہیں ہاری۔'' (۲۲)

۸۔فروری ۱۹۶۴ء کو شاؔد عارفی اس جہانِ فانی سے رخصت ہو گئے۔تذکرہ کاملان جلد دوم (حصہ ا) میں اُن کا انتخاب کلام چھپا ہے۔اُس میں سے نمونہء کلام درج کیا جاتا ہے:

شباب آتے ہی سو حجابوں میں چھپنے والے سوال یہ ہے
جہاں تھا بچپن میں کیا وہیں ہے گلاب عارض پہ خال اب تک
سوال اس میں نہیں حسینوں کو بُت نہ کہیے ضرور کہیے
مگر بعید از قیاس ہو جائے گا کہ پتھر بھی بولتا ہے

مولانا امتیاز علی خاں عرشی:

مولانا امتیاز علی خاں عرشی خلف ڈاکٹر مختار علی خاں ۸۔دسمبر ۱۹۰۴ء کو بمقام رام پور پیدا ہوئے۔اردو، فارسی اورعربی کی تعلیم رام پور میں اور کچھ عرصہ لاہور میں حاصل کی۔مولانا سعید احمد ہزاروی، حکیم عبدالرشید خاں، مولانا فضل حق رام پوری، مولانا سید طلحہ صاحب اور بہت سے جید علماء سے آپ نے فیض اٹھایا۔۱۹۳۲ء میں بحیثیت ناظم رضا لائبریری رام پور، ملازمت کا آغاز کیا۔لائبریری مرکزی حکومت کے تحت آئی تو وہ ڈائریکٹر کے عہدے پر

تعینات کیے گئے اور زندگی بھر اسی منصب پر فرائض انجام دیتے رہے۔ اپنی شاعری کے بارے میں خود لکھتے ہیں:

> ”شعر و شاعری کا شوق بچپن سے ہے۔ چنانچہ کئی سو غزلیں کہہ رکھی ہیں۔ چونکہ بمعیارِ ذوق کہا نہ جا سکا اس لیے دوسرے شعرا کے اچھے شعروں سے زیادہ لطف اندوز ہو لیتا ہوں اور ہر اچھے شعر کو اپنا جان کر پڑھتا اور محظوظ ہوتا ہوں۔“ (۲۳)

عرشی صاحب کی وجہِ شہرت ماہرِ غالبیات کی حیثیت سے ہے۔ وہ غالبؔ کے شیدائی تھے اور غالبؔ پر اُن کا کام اس بات کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ ان کی مشہور تصانیف میں مکاتیبِ غالب، دیوانِ غالب نسخۂ عرشی، تاریخِ محمدی، نادراتِ شاہی، تاریخِ اکبری، تفسیرِ ثوری، اردو اور افغان شامل ہیں جو تحقیق اور تنقید کا اعلیٰ شاہکار ہیں۔ مولانا عرشیؔ کا نمونۂ کلام:

لبوں پہ شکوۂ ایام آ ہی جاتا ہے — کچھ اس طرح بھی ترا نام آ ہی جاتا ہے
نگاہِ لطف کی جرات فزائیاں توبہ — ہمارے ضبط پہ الزام آ ہی جاتا ہے

مبشر علی خاں شمسؔ:

مبشر علی خاں ولد باقر علی خاں نومبر ۱۹۰۴ء میں رام پور میں پیدا ہوئے۔ شبیر علی خاں شکیبؔ کے بڑے بھائی تھے۔ شاعری کا شوق ہوا تو طاہرؔ مجددی سے اصلاح لینے لگے۔ ۱۹۳۷ء میں صولت علی خاں کی قیادت میں ریاست رام پور کے اندر آئینی حکومت کے حصول کی تحریک چلی۔ مبشر علی خاں شمسؔ نے اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور قید و بند کی تکلیف اٹھائی۔ شبیر علی خاں شکیبؔ لکھتے ہیں:

> ”۱۹۷۶ء میں وفات پائی۔ ان کا اچھا خاصہ منتشر کاغذوں پر کلام تھا جو اس وقت دستیاب نہ ہو سکا غالباً تلف ہو گیا۔“ (۲۴)

شمسؔ کے کلام سے انتخاب خمخانۂ جاوید جلد پنجم صفحہ ۳۴ پر درج ہے جو یہاں لکھا جاتا ہے:

کھنچ گیا آنکھ میں نقشہ تری رعنائی کا
آج کچھ اور ہی عالم ہے تماشائی کا
اور کچھ دیر کا مہمان ہے بیمارِ فراق
اور باقی ہے فسانہ شبِ تنہائی کا

رازؔ یزدانی:

احمد ولی خاں رازؔ یزدانی ولد عنایت رسول بہیڑی تحصیل بریلی میں ۱۹۰۶ء میں پیدا ہوئے۔ رازؔ کے والد رام پور آ گئے اور اُن کا بچپن امیر زادوں کی طرح گزرا۔ عیاںؔ میرٹھی آپ کے اتالیق تھے۔ جب ۱۹۲۵ء میں شاعری کا شوق ہوا تو ان ہی کی شاگردی اختیار کی۔ غزل گوئی میں تو وہ رام پور کے ماحول شعر و سخن سے متاثر تھے لیکن نظم میں علامہ اقبالؔ کو اپنا فکری و شعری رہنما ماننے لگے۔ یہ زمانہ ۱۹۴۰ء کے لگ بھگ کا تھا۔ ۱۹۴۲ء میں علامہ اقبالؔ کے

انداز میں لکھی ہوئی نظموں کا مجموعہ 'حرب وضرب' کے نام سے شائع ہوا۔ کسی درباری سازش کے نتیجے میں اُنھیں ایک سال قید با مشقت گزارنا پڑی۔ اس دوران میں اُنھوں نے غزل گوئی کی طرف توجہ دی۔ رازؔ نے دربارِ رام پور کی سرپرستی میں لکھی جانے والی داستانوں پر تحقیقی مقالہ لکھا اور شکیبؔ کے بقول:

> ''راقم کے اصرار پر محمد علی خاں اثرؔ اور رازؔ صاحب نے دبستانِ رام پور کے شعرا پر تحقیقی کام کیا۔ مختلف رسائل میں رازؔ صاحب کے مضامین شائع ہو چکے ہیں اور کافی اہمیت کے حامل ہیں۔'' (۲۵)

رازؔ صاحب نے بعض اخبارات اور رسائل کی ادارت کے فرائض بھی انجام دیے۔ عارضۂ قلب میں مبتلا ہو کر ۱۲۔ جنوری ۱۹۶۳ء کو اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ نمونۂ کلام ملاحظہ ہو:

ٹھہر کے تلوؤں سے کانٹے نکالنے والے
یہ ہوش ہے تو جنوں کامیاب کیا ہو گا
اگر گناہ کے قصے بھی کہہ دیے تجھ سے
گناہ گار کو آخر ثواب کیا ہو گا

محشرؔ عنایتی:

صابر رضا خاں ولد احمد رضا خاں ۱۹۰۷ء میں رام پور میں پیدا ہوئے۔ پرورش ننھیال میں ہوئی۔ اپنے نانا حافظ عنایت اللہ خاں کی نسبت سے عنایتی کہلائے۔ ۱۱ برس کی عمر سے شاعری شروع کر دی۔ استاد رشیدؔ رام پوری سے تلمذ کے بعد محشرؔ عنایتی خود استاد کے درجے پر پہنچ گئے۔ ان کے شاگردوں کی فہرست طویل ہے۔ اس میں واحدؔ لقادری اور رئیس رام پوری شامل ہیں۔ محشرؔ عنایتی ظریفانہ کلام بھی لکھتے تھے مگر اس قسم کی شاعری میں دھوتیؔ تخلص استعمال کرتے تھے۔ اُن کا مجموعہ کلام 'صہبا و سخن' کے نام سے شائع ہو چکا ہے اور فراقؔ گورکھ پوری کے رنگ میں کہی ہوئی رباعیات کا مجموعہ 'دیہات رس' کے نام سے چھپا ہے۔ نمونۂ کلام درج ہے:

ابھی غم کو سمجھ بیٹھے گا مقصودِ تمام اپنا
دل 'ناعاقبت اندیش کیا جانے مقام اپنا
اگر اپنے دلِ بے تاب کو سمجھا لیا میں نے
تو یہ کافر نگاہیں کر سکیں گی انتظام اپنا

جلیل نعمانی:

جلیل احمد خاں جلیلؔ نعمانی ولد عزیز احمد خاں رام پور میں ۲۲۔ فروری ۱۹۰۸ء کو پیدا ہوئے۔ رام پور میں اردو، فارسی اور عربی کی تعلیم عام تھی، کالجوں کی تعلیم کا رواج نہ تھا۔ اس لیے جلیل نعمانی اردو، فارسی اور قدرے عربی جاننے

کے باوجود بھی کوئی سندِ علمی نہیں رکھتے، مگر جو کچھ وہ کہتے ہیں وہ خود ان کی علمی قابلیت اور زندگی کی گہری بصیرت کی بڑی مستحکم دلیل ہے۔جلیلؔ نعمانی اور جمیلؔ نعمانی دونوں بھائی مولوی قدرت علی خاں قدرتؔ سے اصلاح لیتے تھے۔ جلیلؔ نعمانی کے بارے میں شبیر علی خاں شکیبؔ لکھتے ہیں:

”راقم کے مخصوص احباب میں تھے .... وہ بلند آواز میں والہانہ انداز سے مشاعروں میں کلام سناتے تھے۔آخر تک انھوں نے دبستانِ رام پور کے رنگِ سخن کو ملحوظ رکھا۔“(۲۶)

جلیلؔ نعمانی کا مجموعۂ کلام ’نقشِ ناتمام‘ طبع ہو چکا ہے:

جسے پامال تم نے کر دیا ہے وہ امید اور محکم ہو گئی ہے
کسی امید پر سر کو جھکانا خودی کی موت ہے سجدہ نہیں ہے

مرزا محمد محسن برلاس:

مرزا محمد محسن برلاس ولد مرزا محمد احسن ۱۹۱۳ء کے آخر یا ۱۹۱۴ء کے شروع میں پیدا ہوئے۔مرزا عبدالقادر خاں غمگینؔ کے خاندان سے تعلق تھا۔غمگینؔ ان کے پردادا کے بھائی تھے۔انھی کی کوشش سے دیوانِ غمگینؔ ڈاکٹر وحید قریشی نے حاصل کر کے شائع کیا۔اس دیوان کے متعلق محسن برلاس لکھتے ہیں:

”میں نے جناب محترم ڈاکٹر وحید قریشی صاحب کو یہ دیوان دکھایا جس کو موصوف نے پڑھا۔ میری خواہش پر اپنے طور پر اس کو طبع کرا دینے کے لیے رضامندی ظاہر فرمائی۔“ (۲۷)

محسنؔ برلاس نے ابتدائی تعلیم مدرسے میں حاصل کی۔۱۹۲۳ء سے رام پور حامد ہائی سکول میں طالب علم رہے۔۱۹۳۰ء میں ہائی سکول کا امتحان پاس کیا۔الہ آباد انٹرمیڈیٹ کالج سے ۱۹۳۲ء میں ایف۔ایس۔سی پاس کیا۔ پھر علی گڑھ سے ۱۹۳۴ء میں بی۔ایس۔سی اور ۱۹۳۶ء میں ایم۔اے پاس کیا۔تعلیم مکمل کر کے رام پور کے محکمہ جنگلات میں اسسٹنٹ فارسٹ آفیسر ہو گئے۔۱۹۵۰ء میں پاکستان آ گئے۔پاکستان آ کر وفاقی محکمہ صنعت و حرفت میں ڈائریکٹر ٹمبر ٹیکنالوجی تعینات ہوئے۔ دورانِ ملازمت وکالت کا امتحان بھی پاس کیا۔محسنؔ برلاس کا ۵۔جولائی ۱۹۹۴ء کو لاہور میں انتقال ہوا۔اُن کا مجموعہ کلام ’مشعلِ جاں‘ کے نام سے ۱۹۸۹ء میں لاہور سے شائع ہوا۔نمونہ کلام ملاحظہ ہو:

غم کدہ شہر کا ہر گھر تو نہ تھا اب جو منظر ہے یہ منظر تو نہ تھا
جس کا رس چوس رہے تھے بھنورے زخمِ دل تھا وہ گُلِ تر تو نہ تھا
تو نے کیا سوچ کے ٹھوکر ماری میرا دل تھا کوئی پتھر تو نہ تھا

شبیر علی خاں شکیب:

شبیر علی خاں ولد باقر علی خاں اشکؔ ۱۵۔اگست ۱۹۱۸ء کو رام پور میں پیدا ہوئے۔اسٹیٹ ہائی سکول رام پور سے میٹرک اور گورنمنٹ بریلی کالج سے انٹر کیا۔علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے بی۔اے (۱۹۴۵ء) اور ایل۔ایل۔بی

(۱۹۴۸ء) کے امتحانات پاس کیے۔شبیر علی خاں شکیبؔ کے ددھیال اور ننھیال میں کئی پشتوں سے شاعری کا چلن تھا۔ شکیبؔ لکھتے ہیں

''نانا مرحوم احسان رام پوری (تلمیذ داغؔ) کے شاگرد تھے اور انیسؔ کی طرح شاعری کی پانچویں پشت تھی۔دس برس کی عمر میں پہلا شعر کہنے پر ان کی ہمت افزائی سے شعر گوئی کا حوصلہ پیدا ہوا۔کسی کی شاگردی اختیار نہیں کی۔ مطالعہ اور مشاہدہ کی مدد سے شعر گوئی کا سلسلہ قائم رہا۔''(۲۸)

شکیبؔ کے نانا صاحب زادہ محبّ حسن خاں خورشیدؔ تھے اور بڑے بھائی مبشر علی خاں تخشؔ۔شکیبؔ کا پیشہ وکالت تھا اور اردو زبان وادب سے انھیں گہری دل چسپی تھی۔نہایت سیدھے سجاؤ کے آدمی تھے اور سیاست میں بھی سرگرم رہتے تھے۔حافظ احمد علی شوقؔ لکھتے ہیں:

''شکیبؔ صاحب بالعموم اپنے شعر ترنم سے پڑھتے ہیں۔جنھیں سُن کر پہلے تو ہنسی آتی ہے اور پھر غصہ کہ کیسے اچھے شعر ہیں اور کیا ظلم ہو رہا ہے۔'' (۲۹)

شکیبؔ کی شاعری کے چار مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔۱۔موسم گل کے آنے تک،۲۔درد کی سوغات،۳۔متاعِ شکیبؔ،۴۔سوگوار لمحے۔۱۲۔مارچ ۲۰۰۴ء کو شبیر علی خاں شکیبؔ کا انتقال ہو گیا۔اُن کی وفات سے رام پور کی محفلِ ادب ایک منجھے ہوئے شاعر اور ایک وضع دار انسان سے محروم ہو گئی۔نمونہ کلام:

اس سے پہلے کہ یہ افسونِ محبت ٹوٹے
اس سے پہلے کہ یہ لمحے بھی خفا ہو جائیں
کبھی جس طرح نہ چھٹنے کی قسم کھائی تھی
آ، اسی طرح گلے مل کے جدا ہو جائیں

مظہر عارفؔ:

مظہر علی خاں ولد سردار خاں رام پور میں پیدا ہوئے۔مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ایم۔اے۔ایل۔ایل۔بی کرنے کے بعد وکالت کا پیشہ اپنایا بقول شبیر علی خاں شکیب:

''راقم کے رفیقوں میں تھے ...... ۱۹۵۶ء میں مجبوراً ہجرت کر کے کراچی چلے گئے اور ترقی کر کے منیلا (فلپائن) میں ورلڈ بینک، ایشیا شاخ کے منیجر مقرر ہو گئے اور اسی عہدے کے فرائض انجام دیتے ہوئے ریٹائر ہو گئے۔''(۳۰)

مظہر عارف رام پور کی ادبی محفلوں کے روحِ رواں تھے۔ترنم کے ساتھ پڑھتے تھے۔کراچی آنے کے بعد بھی اُنھوں نے رام پور میں منعقد ہونے والے مشاعرے میں شرکت کی۔مظہر عارفؔ نے غزل اور نظم دونوں کو بڑی خوبصورتی سے نبھایا۔شکیبؔ کے دیے ہوئے انتخاب سے نمونہ کلام لکھا جاتا ہے:

محبت کی انوکھی سرزمیں ہے
قدم ڈالو کہیں پڑتا کہیں ہے
جفائے دوست بھی خاطر نشیں ہے
مگر یہ بات کہنے کی نہیں ہے

خیال رام پوری:

نہال الدین خیالؔ ولد منشی فیاض الدین فیاضؔ رام پور کے محلّہ چراغ والی مسجد، میں ۳۔فروری ۱۹۳۴ء کو پیدا ہوئے اور یہاں کے مدرسۂ عالیہ میں تعلیم حاصل کی۔ شاعری میں شرفؔ زیدی کے شاگرد ہوئے اور خیالؔ تخلص کیا۔ شبیر علی شکیبؔ (۱۹۱۸ء ۔۲۰۰۴ء) کے ہم عصر ہیں۔ اُنھوں نے خیالؔ رام پوری کو اپنے دوستوں میں شمار کیا ہے مگر اُن کے بارے میں بہت ہی کم معلومات فراہم کی ہیں۔ آفتاب شمسی، خیالؔ کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ”خیالؔ صاحب کی خوش نصیبی تھی کہ تعلیم سے فارغ ہوتے ہی ۱۹۵۵ء میں مدرسہ عالیہ میں فارسی کے استاد کی حیثیت سے ان کا تقرر بھی ہو گیا ...... (۳۷) سینتیس سال تک درس وتدریس کے فرائض بہ حسن وخوبی انجام دینے کے بعد ۱۹۹۲ء میں وظیفہ یاب ہوئے۔“ (۳۱)

خیالؔ رام پوری کا شمار اُن شعرا میں ہوتا ہے جنھیں اپنی شعری روایات سے عشق ہے۔ وہ شاعری میں کسی تحریک یا جدّت کے قائل نہ تھے بلکہ اساتذۂ فن کے بنائے ہوئے راستوں پر چل کر دادِ سخن دینے کے قائل تھے۔ خیالؔ رام پوری ۲۰۔فروری ۲۰۰۱ء کو اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے۔ نمونۂ کلام:

غنچۂ لب یوں کھلا حیران وششدر ہو گئے
ہم اُسے بت کہتے کہتے آپ پتھر ہو گئے
میکدے میں رات جب تک بھی رہا دورِ شراب
سیکڑوں احسان ان آنکھوں کے ہم پر ہو گئے

ریاست رام پور میں پروان چڑھنے والی اردو شاعری کا یہ دور جو ۱۸۹۰ء سے ۱۹۴۷ء تک کے عرصے کو محیط ہے اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ اس عہد کے شعرا، افکار وراظہار کے اعتبار سے زیادہ آزاد اور بے باک ہیں۔ اس دور کے شاعر روزگار کے لیے والیانِ ریاست کے دست نگر نہ تھے بلکہ اپنا ذریعہ معاش ملازمت کو بنائے ہوئے تھے جس میں والیانِ ریاست کا عمل دخل نہ ہونے کے برابر تھا۔ اِس عہد میں غمِ جاناں کے ساتھ ساتھ غمِ دوراں کی بات بڑے سچے اور کھرے انداز میں کہی گئی۔ یہ انداز شادؔ عارفی کے ہاں بھرپور نظر آتا ہے۔ یہ دور برِّعظیم پاک و ہند میں سیاسی بیداری کا دور ہے۔ شخصی حکومتیں دم توڑ چکی ہیں۔ لوگ اپنے حقوق حاصل کرنے کے لیے فریاد نہیں کرتے بلکہ آواز بلند کرتے ہیں لہٰذا ریاست رام پور کے انضمام سے قریب کا یہ زمانہ تخلیقی اعتبار سے بڑا اہم ہے۔ اس دور کے شعرا کا کلام دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایک اجتماعی احساس کے ساتھ ساتھ ہر شاعر کے ہاں انفرادی فکر کا اظہار

بھی موجود ہے۔اردو شاعری کا یہ عہد رام پور کے متقدمین کے متعین کردہ رجحانات کے ساتھ بھی پیوست ہے اور فکری سطح پر نئے راستے بناتا ہوا بھی دکھائی دیتا ہے۔

حوالہ جات

(۱) امیر مینائی، امیر احمد، **انتخابِ یادگار**، لکھنؤ: اتر پردیش اردو اکادمی، ۱۹۸۲ء، ص ۱۰۸

(۲) عرشی، امتیاز علی خاں، قا آنیِ ہند، **آصفی رام پوری، شخصیت اور شاعری**، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۰۷ء، ص ۶۳

(۳) حسرت موہانی، **تذکرۃ الشعرا**، شفقت رضوی، مرتب؛ کراچی: ادارہ یادگارِ غالب، ۱۹۹۹ء، ص ۳۰۰

(۴) ایضاً، ص ۲۱۹

(۵) شبیر علی خاں شکیبؔ، **رام پور کا دبستانِ شاعری**، رام پور: رضا لائبریری، ۱۹۹۹ء، ص ۲۷

(۶) ایضاً ، ص ۴۱۸

(۷) ایضاً، ص ۴۲۰

(۸) حسرت موہانی، مولانا ۔**تذکرۃ الشعرا**، شفقت رضوی، مرتب؛ کراچی: ادارہ یادگارِ غالب، ص ۴۰۱

(۹) شبیر علی خاں شکیبؔ ۔**رام پور کا دبستانِ شاعری**، رام پور: رضا لائبریری، ۱۹۹۹ء، ص ۴۲۲

(۱۰) حافظ احمد علی خان شوقؔ، **تذکرہ کاملانِ رام پور**، پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۳۳ء، ص ۴۱۷

(۱۱) شبیر علی خاں شکیبؔ ۔**رام پور کا دبستانِ شاعری**، رام پور: رضا لائبریری، ۱۹۹۹ء، ص ۴۴۶

(۱۲) ایضاً، ص ۴۳۲

(۱۳) ایضاً ، ص ۴۳۹

(۱۴) ایضاً ، ص ۴۴۱

(۱۵) حافظ احمد علی شوقؔ ۔**تذکرہ کاملانِ رام پور**، جلد دوم (حصہ ۱) پٹنہ خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری ص ۱۴، ۱۵

(۱۶) شبیر علی خاں شکیبؔ ۔**رام پور کا دبستانِ شاعری**، رام پور: رضا لائبریری، ۱۹۹۹ء، ص ۴۴۳

(۱۷) ایضاً ، ص ۴۴۸

(۱۸) اشتیاق احمد، ڈاکٹر ۔**ڈاکٹر عندلیب شادانی: شخصیت اور فن**، ڈاکٹر عبید اللہ خاں، نگران، مقالہ پی ایچ-ڈی، ص ۹۴

(۱۹) حافظ احمد علی شوقؔ ۔**تذکرہ کاملانِ رام پور**، جلد دوم (حصہ ۲) پٹنہ خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری ص ۵۵۷

(۲۰) شبیر علی خاں شکیبؔ ۔**رام پور کا دبستانِ شاعری**، رام پور: رضا لائبریری، ۱۹۹۹ء، ص ۴۵۳

(۲۱) حافظ احمد علی شوقؔ ۔**تذکرہ کاملانِ رام پور**، جلد دوم (حصہ ۱) پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری ص ۳۹۹

(۲۲) ایضاً ، ص ۳۴۸

(۲۳) ایضاً ، ص ۴۹۵

(۲۴) شبیر علی خاں شکیبؔ۔ **رام پور کا دبستانِ شاعری**، رام پور: رضا لائبریری، ۱۹۹۹ء، ص ۴۶۴

(۲۵) ایضاً ، ص ۴۵۰

(۲۶) ایضاً ، ص ۴۵۸، ۴۵۹

(۲۷) محسن برلاس۔ 'پیش لفظ' مشمولہ **دیوان غمگیں**، ص (ب)

(۲۸) شبیر علی خاں شکیبؔ۔ **رام پور کا دبستانِ شاعری**، رام پور: رضا لائبریری، ۱۹۹۹ء، ص ۴۷۳

(۲۹) حافظ احمد علی شوق۔ **تذکرہ کاملانِ رام پور**، جلد دوم (حصہ ۱) پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ص ۳۶۶

(۳۰) شبیر علی خاں شکیبؔ۔ **رام پور کا دبستانِ شاعری**، رام پور: رضا لائبریری، ۱۹۹۹ء، ص ۴۷۹

(۳۱) آفتاب شمسی۔ ''خیال رام پوری'' مشمولہ **رضا لائبریری جرنل** (۱۴۔۱۵) (رام پور: رضا لائبریری، ۲۰۰۷ء)، ص ۲۲۷